مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کو قریب کرنے میں علماء کا کردار☆

خالد سیف اللہ رحمانی

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين .

حضرات ! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کے موجودہ حالات کے پس منظر میں مذاہب اسلامیہ کے دوران مکالمہ —— تا کہ ان کے درمیان قربت اور ایک دوسرے کے تئیں تحمل پیدا ہو —— نیز کلمۂ توحید کی بنیاد پر ان کو متحد کرنے کی کوشش وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے؛ بلکہ ایسی کاوشیں اس عہد میں جہاد کا درجہ رکھتی ہیں۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں کے باہمی فاصلوں کو پاٹنے ،مختلف فرقوں کے درمیان ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے اور عامۃ المسلمین کو باہمی جدال یہاں تک کہ خون ریزی سے بچانے کے سلسلہ میں علماء اور مذہبی قائدین نہایت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ علماء جس بصیرت اور نصح ومحبت کے جذبہ کے ساتھ اُمت کی بے غرض رہنمائی کر سکتے ہیں، کوئی اور گروہ نہیں کر سکتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی کوتاہیوں کے باوجود آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں اپنے علماء کی آراء اور فیصلوں کی جو قدر و قیمت ہے، کسی اور گروہ کی ہدایات کو وہ درجہ حاصل نہیں ،عموماً مسلمان دل کی آمادگی کے ساتھ بہت کم کسی اور گروہ کی بات کو قبول کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں اس وقت علماء کو اُمت کی صحیح رہنمائی میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے معتدل راستہ اختیار کرنا نہایت ہی ضروری ہے، علماء اُمت کو جوڑنے کے سلسلے میں کن پہلوؤں پر توجہ دیں، اس سلسلہ میں چند اہم نکات پیش ہیں :

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ ایمان بہت بڑی نعمت ہے، اس سے چوں کہ دنیا وآخرت کی فلاح ونجات متعلق ہے، اس لئے خدا نے ایمان لانے کو ایک آسان عمل بنایا ہے، کوئی بھی شخص جو اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول اللہ ﷺ کی رسالت

☆ یہ ''حوار بین المذاہب الاسلامیہ'' کے نام سے منعقد ہونے والی دوحہ کانفرنس ۲۰-۳۰/جنوری ۲۰۰۶ء میں پیش کئے گئے خطبہ کا ترجمہ ہے۔

اور آخرت پر یقین کا اظہار کرے، وہ اسلام کے دائرہ میں آ گیا، جیسے ہی اس نے زبان سے توحید ورسالت کی شہادت دی، اس پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے، یہاں تک کہ اس کے دل میں جو کچھ ہے، اسے کھرچ کر دیکھنے کا بھی ہمیں حق نہیں ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الإیمان أن تؤمن باللہ وملائکتہ وبلقائہ وبرسلہ وتؤمن بالبعث . (۱)

ایمان یہ ہے کہ (تم) اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، (روز قیامت) اس کے دیدار پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

اسی طرح حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من شھد أن لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، وأن محمداً عبدہ ورسولہ ، وأن عیسیٰ عبد اللہ ورسولہ وکلمتہ ألقاھا إلی مریم وروح منہ ، والجنۃ حق والنار حق ، أدخلہ اللہ الجنۃ علی ما کان من العمل . (۲)

جو شخص اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ایک اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم پر نازل کیا، اس کی روح ہیں، جنت حق ہے اور جہنم حق ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا، خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کچھ لوگ منافق تھے، جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، بہ باطن وہ مسلمان نہیں تھے، حضور ﷺ نے ان کے ساتھ مسلمانوں ہی کا سا معاملہ فرمایا، آپ ﷺ کو من جانب اللہ ان کے اسماء بتا دیئے گئے تھے، اس کے باوجود آپ ﷺ نے عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس کو آشکارا نہیں فرمایا؛ تاکہ کہیں لوگ ان کے ساتھ کلمہ گو ہونے کے باوجود ایسا برتاؤ نہ کرنے لگیں جو کسی مسلمان کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔

ایمان لانا جتنا آسان ہے اور مسلمان ہونے کا حکم لگانا جتنا سادہ اور سہل ہے، کسی شخص کو دائرۂ ایمان سے باہر قرار دینا اسی قدر نازک بات ہے اور اس میں نہایت احتیاط برتنے کا حکم ہے، جب تک کہ کسی شخص کے کفر کا یقین نہ ہو جائے، اس پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی شخص مسلمان کو کافر کہتا ہے تو یہ کفر اسی کی طرف لوٹ کر آ جاتا ہے''۔

---

(۱) بخاری، باب سوال جبرئیل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعۃ، حدیث نمبر: ۴۷۔

(۲) بخاری: ۱/۴۹۰، کتاب احادیث الانبیاء۔

عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر يقول : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أيما امرئ قال لأخيه : كافر ، فقد باء بها أحدهما ، إن كان كما قال وإلا رجعت عليه . (۱)

حضرت عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابن عمر کو کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی اپنے بھائی کو کافر کہا تو ایسی صورت میں دو میں سے ایک بات ہوگی یا تو وہ شخص واقعتاً کافر ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ بددُعا خود اس کی طرف لوٹ جائے گی۔

اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے :

ومن دعا رجلا بالكفر أو قال : عدو الله ، وليس كذلك إلا عاد عليه . (۲)

اگر کسی نے کسی کو کافر کہہ دیا اسے اللہ کا دشمن کہا؛ حالاں کہ وہ ایسا نہیں تھا تو اس کا وبال خود اس پر آئے گا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ :

إن النبي صلى الله عليه وسلم قال : إذا أكفر الرجل أخاه فقد باء بها أحدهما . (۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو ایسی صورت میں ان دونوں میں سے کوئی ایک اس کو لے کر لوٹے گا۔

اسی لئے فقہاء نے تکفیر کے سلسلہ میں بڑی احتیاط کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ معروف حنفی فقیہ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں :

وينبغي أن يلحق بالضرورة أيضاً ما قد مناه من أنه لا يفتى بكفر مسلم في كفره اختلاف ولو رواية ضعيفة . (۴)

یہاں پر وہ بات بھی ذکر کرنی چاہئے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کسی ایسے مسلمان کے کفر کے سلسلہ میں فتویٰ نہیں دیا جاسکتا جس کے کفر کے بارے میں اختلاف ہو، اگر چہ اختلاف کے سلسلہ میں روایت کمزور ہی کیوں نہ ہو۔

---

(۱) مسلم، کتاب الایمان، باب بیان حال الایمان، حدیث نمبر: ۲۱۶۔
(۲) مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۲۱۷۔
(۳) مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۲۱۵۔
(۴) رسم المفتی: ۱۹۰، مطبوعہ مکتبہ زکریا، دیوبند۔

اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا ایک دلچسپ واقعہ بھی قابل ذکر ہے، جسے علامہ ابن نجیم مصریؒ نے نقل کیا ہے :

وسئل الإمام عمن قال : لا أرجو الجنة ، ولا أخاف الله تعالٰى ، وآكل الميتة ، وأصلي بلا قراءة وبلا ركوع وسجود ، وأشهد بما لم أره ، وأبغض الحق ، وأحب الفتنة ، فقال أصحابه : أمر هذا الرجل مشكل ، فقال الإمام : هذا الرجل يرجو الله لا الجنة ، ويخاف الله لا النار ، ولا يخاف الظلم من الله تعالٰى في عذابه ، ويأكل السمك والجراد ، يصلي على الجنازة ، ويشهد بالتوحيد ، يبغض الموت وهو حق ، ويحب المال والولد وهو فتنة ، فقام السائل وقبل رأسه ، وقال : أشهد أنك للعلم وعاء . (۱)

امام ابوحنیفہؒ سے اس شخص کے سلسلہ میں سوال کیا گیا جو یہ کہتا ہے کہ میں نہ ہی جنت کی تمنا کرتا ہوں، نہ ہی جہنم سے ڈرتا ہوں اور نہ ہی خدا کا خوف رکھتا ہوں، میں مردار کھاتا ہوں، میں بغیر قراءت، رکوع اور سجدہ کے نماز پڑھتا ہوں، جو چیزیں میں نے دیکھی نہیں ہیں اس کے بارے میں بھی گواہی دیتا ہوں، حق سے گریز کرتا ہوں، فتنہ کو پسند کرتا ہوں، امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے کہا کہ اس شخص کا معاملہ تو بڑا ہی مشکل وپیچیدہ ہے؟ امام صاحبؒ نے فرمایا: یہ شخص اللہ کی تمنا رکھتا ہے؛ لیکن جنت کی نہیں، یہ اللہ سے ڈرتا ہے؛ لیکن جہنم سے نہیں، وہ اس بات سے خائف نہیں رہتا کہ اللہ اسے عذاب دینے میں ظلم کرے گا، وہ مچھلی اور ٹڈی کھاتا ہے، وہ جنازہ کی نماز پڑھتا ہے، وہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے، وہ موت کو ناپسند کرتا ہے؛ حالاں کہ وہ حق ہے، وہ مال واولاد سے محبت رکھتا ہے اور یہ فتنہ ہے، یہ سن کر سوال کرنے والا کھڑا ہوگیا اور اس نے امام صاحبؒ کے پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علم کے سمندر ہیں۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ شہادتین کے پڑھنے سے انسان اسلام کے دائرہ میں آتا ہے اور عملی زندگی میں اس کے مسلمان ہونے کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھے، کعبۃ اللہ کو قبلہ تسلیم کرے اور مسلمانوں کا ذبیحہ حلال سمجھے؛ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے :

---

(۱) الاشباہ والنظائر مع الحموی: ۳۶۸/۸، باب الفن السابع، الحکایات والمرسلات۔

من صلى صلاتنا ، واستقبل قبلتنا ، وأكل ذبيحتنا فذلك المسلم الذى له ذمة الله وذمة رسوله فلا تخفرو الله فى ذمته . (۱)

جس کسی نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کیا، ہمارے ذبیحہ کو کھایا تو یہ ایسا شخص مسلمان ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے ذمہ میں لے لیا ہے؛ لہٰذا تم لوگ اللہ کو اس کے ذمہ کے سلسلہ میں بدعہد نہ کرو۔

خود حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

من شهد أن لا إله إلا الله واستقبل قبلتنا ، صلى صلاتنا ، وأكل ذبيحتنا ، فهو المسلم ، له ماللمسلم وعليه ما على المسلم . (۲)

جو شخص اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرتا ہے، ہماری طرح نماز پڑھتا ہے تو وہ مسلمان ہے، اس کے لئے وہ حقوق ہیں جو دیگر مسلمانوں کے لئے ہیں اور اس پر وہ فرائض عائد ہوں گے جو دیگر مسلمانوں کے لئے ہیں اور اس پر وہ فرائض عائد ہوں گے جو دیگر مسلمانوں پر عائد ہوتے ہیں۔

اسی حدیث کو بنیاد بنا کر امام عبدالوہاب شعرانی نے اپنی معروف کتاب ''الیواقیت والجواہر'' میں فرقِ ضالہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے :

لا يكفر أحد من المذاهب الإسلامية لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا ، وأكل ذبيحتنا فله ما لنا وعليه ما علينا . (۳)

کسی بھی اسلامی مسلک کی تکفیر نہیں کی جاسکتی ؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے :
''جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے، ہمارے ذبیحہ کو کھائے تو اس کے وہ حقوق ہوں گے جو ہمارے ہیں اور اس پر وہ فرائض عائد ہوں گے جو ہم پر عائد ہیں۔

---

(۱) بخاری، کتاب الصلاۃ، باب فضل استقبال القبلۃ، حدیث نمبر: ۳۹۱۔

(۲) بخاری، کتاب الصلاۃ، باب فضل استقبال القبلۃ، حدیث نمبر: ۳۹۳۔

(۳) الیواقیت والجواہر: ۲/۱۲۵، مبحث: ۵۸۔

اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صحابہ کرام ﷺ کے اخیر دور میں ہی ان مختلف فرقوں کا ظہور ہو چکا تھا، جن کو راہِ حق سے منحرف سمجھا گیا؛ لیکن صحابہ نے ان کو کافر کہنے میں یا ان پر کفر کا حکم لگانے میں احتیاط سے کام لیا، سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں خوارج کا ظہور ہوا، یہ اس عہد کے صحابہ کے ان دونوں گروہوں کی تکفیر کرتے تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، یا ان کے مخالف تھے؛ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر کفر کا حکم لگانے میں احتیاط برتی؛ البتہ فرمایا کہ اگر وہ فساد مچائیں گے تو ہم ان سے جہاد کریں گے، پھر آپ ﷺ نے ان سے جہاد فرمایا اور جہاد میں فتح یاب بھی ہوئے؛ لیکن مفتوحین اور ان کے اموال کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کیا جو غیر مسلموں کے ساتھ کیا جاتا ہے، یعنی آپ نے ان کی خواتین کو باندی اور ان کے مال کو مالِ غنیمت کا درجہ نہیں دیا۔

بعد کے فقہاء کے یہاں بھی اس کی مثال ملتی ہیں، اہل سنت والجماعت، معتزلہ اور مرجیہ کے درمیان بڑی کشمکش رہی، اس کشمکش نے بعض اوقات اربابِ اقتدار کو بھی متاثر کیا اور حکومت کے سہارے فریق مخالف کو تکلیف پہنچانے کی کوششیں بھی کی گئیں؛ لیکن معتزلہ اور مرجیہ کو صریحاً کافر کہنے سے احتیاط برتی گئی، اسی طرح خود اہل سنت میں اشاعر، ماتریدیہ اور حنابلہ کے درمیان سخت اعتقادی اختلافات رہے اور اس کا اثر رجال سے متعلق محدثین کی آراء پر بھی پڑا؛ لیکن ایک دوسرے کی تکفیر سے ہر ایک نے اجتناب کیا، اسی طرح اہل تشیع کے بارے میں فقہاء متقدمین کا عام نقطۂ نظر یہی رہا کہ جو لوگ تحریفِ قرآن کے قائل نہیں ہیں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی؛ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی نے معتزلہ، نجاریہ، روافض اور مشبہہ وغیرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سب مسلمان ہیں، ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، اس سلسلہ میں انھوں نے شیخ ابو طاہر قزوینی کے حوالہ سے کہا ہے کہ :

> **هم من أهل الإجابة بلا شک ، فمن سماهم کفرة فقد ظلم وتعدی .** (۱)
>
> ان لوگوں کا شمار ''اہل الاجابۃ'' (ماننے والوں) میں ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر کوئی ان لوگوں کو کافر کہتا ہے تو وہ زیادتی کرتا ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری نقل کرتے ہیں :

> **...... وذهب طائفة إلی أنه لا یکفر ولا یفسق مسلم بقول قاله فی اعتقاد أو فتیا ، وإن کل من اجتهد فی شیئ من ذلک فدان بما رأی أنه الحق ، فإنه ماجور علی کل حال ، إن أصاب فأجران وإن أخطأ فأجر واحد ، قال : وهذا قول ابن أبی لیلٰی وأبی حنیفة والشافعی وسفیان الثوری وداود بن علی ، وهو قول کل من عرفنا له قولان فی**

---

(۱) الیواقیت والجواہر: ۱۲۵/۲، مبحث: ۵۸۔

هـذه الـمسـألة مـن الـصـحابة رضى الله عنهم لا نعلم منهم خلافاً فى ذلک اصلاً . (۱)

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ کسی بھی مسلمان کو اس کے کسی قول یا فتویٰ کے سبب کافر یا فاسق قرار نہیں دیا جا سکتا، ہر وہ شخص جو کسی مسئلہ میں اجتہاد کرتا ہے اور پھر وہ جس بات کو حق اور درست سمجھتا ہے اسی کو اختیار کر لیتا ہے تو اسے بہر حال اجر ملے گا، اگر اس نے صحیح اجتہاد کیا تو اسے دو اجر ملیں گے اور اگر اجتہاد کرنے میں اس سے غلطی ہو گئی تو ایک اجر ملے گا، وہ کہتے ہیں کہ یہ ابن ابی لیلیٰ، ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، سفیان ثوریؒ اور داؤد بن علی کا قول ہے، جن صحابہ کرام ؓ سے بھی اس مسئلہ میں دو اقوال مروی ہیں ان کا بھی یہی قول ہے، ہمیں اس مسئلہ میں ان میں سے کسی کے اختلاف کا بھی علم نہیں۔

امام ابوالحسن اشعری کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے اپنی وفات کے وقت کہا :

أشهـدوا عـلـى أنـنى لا أكفر أحداً من أهل القبلة بذنب ، لانى رأيتهم كلهم يشيرون إلى معبود واحد والاسلام يشملهم ويعمهم . (۲)

تم سب میرے بارے میں گواہ رہنا کہ میں کسی بھی اہل قبلہ کو کسی گناہ کے سبب کافر قرار نہیں دیتا؛ کیوں کہ میں نے ان تمام ہی لوگوں کو ایک ہی معبود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، یہ سب ہی دین اسلام کے متبع ہیں۔

امام شافعیؒ کا قول منقول ہے :

لا أكفر أهل التاويل المخالف للظاهر بذنب . (۳)

میں تاویل کرنے والے کو جو ظاہر کی مخالفت کرتا ہے کسی گناہ کے سبب کافر قرار نہیں دیتا۔

اسی طرح شوافع قریب قریب اس بات پر متفق ہیں کہ خوارج کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔(۴)

علامہ ابن عابدین شامیؒ خوارج کے بارے میں رقمطراز ہیں :

وحـكـم الـخـوارج عـنـد الـجـمهور وأهل الحديث حكم البغاة ...... وذهـب بـعـض أهـل الـحـديث إلى كفره ، ...... قال ابن المنذر : ولا أعـلـم أحـداً وافـق أهل الحديث على تكفيرهم ، قال : وهذا يقتضى

---

(۱) الملل والنحل: ۳/۳۹۱، مع تحقیق: د، ابراہیم نصر۔ (۲) الیواقیت للشعرانی: ۲/۱۲۶، مبحث: ۵۸۔

(۳) الیواقیت للشعرانی: ۲/۱۲۶، مبحث: ۵۸۔ (۴) دیکھئے: الصواعق المحرقة: ۱۵۲، لابن الحجر الهیتمی۔

نقل إجماع الفقهاء على عدم تكفير الخوارج ، وقد ذكر في المحيط ان بعض الفقهاء لا يكفر أحداً من أهل البدع ، بعضهم يكفر من خالف منهم ببدعته دليلا قطعياً ونسبه إلى أكثر أهل السنة ، والنقل الأول أثبت ، نعم ، يقع في كلام أهل المذهب تكفير كثير ؛ لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم ، ولا عبرة بغير الفقهاء ، والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا ، وابن المنذر أعرف بنقل المجتهدين . (۱)

جمہور علماء اور محدثین خوارج کو باغیوں کے حکم میں شامل کرتے ہیں......بعض محدثین نے تو انھیں کافر گردانا ہے......ابن المنذر کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے بھی خوارج کی تکفیر کے سلسلہ میں محدثین کی رائے سے موافقت کی ہو، وہ کہتے ہیں اس کا تقاضہ ہے کہ خوارج کی عدم تکفیر پر فقہاء کا اجماع نقل کیا جائے، محیط میں یہ بات مذکور ہے کہ بعض فقہاء کسی بھی بدعتی کو کافر قرار نہیں دیتے ہیں ؛ البتہ بعض فقہاء ایسے بدعتیوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کسی دلیل قطعی کی مخالفت کرتے ہیں، صاحب محیط نے اس قول کو اکثر محدثین کی طرف منسوب کیا ہے، پہلی بات جو نقل کی گئی ہے وہ زیادہ صحیح ہے، ہاں اہل مذہب کی تحریروں میں تکفیر بہت پائی جاتی ہے؛ لیکن فقہاء (جو کہ مجتہد ہوتے ہیں) کی تحریروں میں ایسی چیز نہیں پائی جاتی اور فقہاء کے بغیر کسی چیز کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا، مجتہدین سے وہ بات منقول ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں، ابن المنذر مجتہدین کی منقولات سے اچھی طرح سے واقف ہیں۔

انبیاء کرام کے بعد سب سے قدسی صفت گروہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے، جن کے ذریعہ پوری دنیا میں اسلام کی روشنی پہنچی اور جو براہ راست رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے فیض یاب ہوئے ؛ لیکن اس کے باوجود تکفیر کے معاملہ میں علماء اس درجہ محتاط رہے ہیں کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ سبِّ صحابہ کے مرتکب ہونے والے پر بھی کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا؛ چنانچہ فرماتے ہیں :

يحكم فيه قاطعاً باسلام من يتاول في سب الصحابة مصرحاً بان القول بتكفير المتأولين بذلک مخالف لإجماع مناقض لما في

---

(۱) ردالمحتار:۶/۴۱۳۔

متونهم وشروحهم ، وإن ماوقع فی کلام أهل المذهب من تکفیرهم لیس من کلام الفقهاء الذین هم المجتهدون ، بل من غیرهم ، قال : ولا عبرة بغیر الفقهاء والمنقول عن الفقهاء ما ذکرناه . (۱)

جو شخص سبِّ صحابہ کا مرتکب ہوتا ہے اس پر بھی اسلام کا ہی حکم لگایا جائے گا، سبِّ صحابہ کے مرتکب شخص کی تکفیر کا قول اجماعِ صحابہ کے مخالف اور ان کی متون وشروح کے مغائر ہے، اہل مذہب نے ایسے لوگوں کو کافر قرار دیا ہے؛ لیکن یہ فقہاء (جو کہ مجتہد ہوتے ہیں) کا قول نہیں ہے؛ بلکہ دیگر لوگوں کا ہے، فقہاء کے علاوہ کا اعتبار نہیں ہے اور فقہاء سے وہ بات منقول ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اسی طرح علامہ شامیؒ شرح منیۃ المصلی کے حوالہ سے فرماتے ہیں :

إن ساب الشیخین ومنکر خلافتهما ممن بناه علی شبهة له یکفر ، بخلاف من ادعی أن علیا إله وأن جبریل غلط ، لأن ذلک لیس من شبهة واستفراغ وسع فی الاجتهاد بل محض هوی . (۲)

شیخین (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کو سبّ وشتم کرنے والا اور ان کی خلافت کا انکار کرنے والا چوں کہ ایک شبہ کی بنیاد پر ایسا کرتا ہے؛ لہٰذا اس کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا؛ البتہ اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ الٰہ ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام سے غلطی ہوگئی تھی تو ایسے شخص کو کافر قرار دیا جائے گا؛ کیوں کہ یہ بات شبہ کی بنیاد پر نہیں کہی جا سکتی اور نہ ہی اس مسئلہ میں اجتہاد کرنے کی گنجائش ہے، تو یہ محض اپنی خواہش نفس کی اتباع ہے۔

اسی کی نظیر ہمیں خود عہد صحابہ میں بھی ملتی ہے؛ چنانچہ قاضی عیاض نے کتاب الشفا کے پہلے باب کی چوتھی قسم میں نقل کیا ہے :

إن رجلا سبّ أبا بکر بمحضر منه ، فقال له أبوبرزة الأسلمی : یا خلیفة رسول الله ! دعنی اضرب عنقه ، فقال : اجلس لیس ذلک لأحد إلا لرسول الله صلی الله علیه وسلم . (۳)

---

(۱) ردالمحتار:۲۹۳/۳۔ (۲) ردالمحتار:۴۱۳/۶۔

(۳) الشفاء للقاضی عیاض:۴۹۲/۲-۴۹۱۔

ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو ان کی موجودگی میں سبّ وشتم کیا تو ان سے حضرت ابوبرزہ الاسلمی نے کہا، اے خلیفۂ رسول! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اُڑادوں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا بیٹھ جاؤ، یہ حق نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

اسی طرح روایت کیا گیا ہے کہ :

إن عامل عمر بن عبد العزيز بالكوفة استشاره فى قتل رجل سب عمرؓ ، فكتب إليه : لا يحل قتل أمرء مسلم بسب أحد من الناس إلا رجلا سبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فمن سبه فقد حل دمه . (۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی جانب سے کوفہ میں مقرر کردہ گورنر نے ان سے ایک ایسے شخص کو قتل کرنے کے سلسلہ میں مشورہ کیا جس نے حضرت عمرؓ کو گالی دی تھی ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انھیں لکھ بھیجا کہ کسی بھی مسلمان کو اس وجہ سے قتل کرنا کہ اس نے کسی شخص کو سبّ وشتم کیا ہے، درست نہیں ہے؛ الا یہ کہ کوئی شخص نبی کریم ﷺ کو سبّ وشتم کرے، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا خون حلال ہو جاتا ہے۔

فقہاء نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ جس بات کے کفر ہونے پر اتفاق نہ ہو، اس کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا ہے؛ چنانچہ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں :

واعلم أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن ، أو كان فى كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعيفة . (۲)

یہ بات جان لیں کہ ایسے مسلمان کو کافر قرار دینا درست نہیں ہے جس کی گفتگو کو کوئی اچھا مفہوم دیا جاسکتا ہے یا اس کی گفتگو ایسی ہو جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو؛ اگرچہ اس سلسلہ میں کوئی ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو۔

موجودہ دور میں علماء کی توجہ دعوتِ اسلام کی طرف سے تو ہٹ گئی اور مسلمان بنانے کا جو فریضہ ان پر عائد ہوا تھا، اس سے تو انھوں نے منھ موڑ لیا؛ لیکن مسلمانوں کو کافر کہنے میں وہ بہت تیز دست ہو گئے ، اہل سنت اور اہل تشیع نے ایک دوسرے کو کافر کہا، بعض مقلدین نے سلفی حضرات پر کفر کا فتویٰ لگایا اور سلفی حضرات نے مقلدین کو —— جو اُمت کا سوادِ اعظم ہیں —— مشرک قرار دیا، ہندوستان میں یہی صورت حال دیو بندیوں اور بریلویوں کے درمیان پیش آئی، یہاں تک کہ مختلف مسلم تنظیمیں جو دعوت واصلاح کے لئے اُٹھی تھیں، وہ بھی ایک دوسرے کو گمراہ کہنے پر کمربستہ ہیں۔

---

(۱) الشفاء للقاضی عیاض: ۲/۴۹۲-۴۹۱۔ (۲) درمختار مع الرد: ۴/۲۲۴۔

علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ مخالف نقطۂ نظر کے حاملین پر کفر کا حکم لگانے سے احتراز کریں اور جب تک کہ کسی گروہ کے بارے میں یہ بات ثابت نہ ہوجائے کہ وہ قطعیات دین اور ضروریاتِ دین کے منکر ہیں، اس وقت تک تکفیر سے پوری طرح گریز کریں؛ کیوں کہ مسلمان یا کافر سمجھنے کا تعلق صرف زبان کے بول سے ہی نہیں ہے؛ بلکہ برتاؤ اور سلوک سے بھی ہے اور برادرانہ برتاؤ اور سلوک کے ذریعہ ہی تعلقات استوار ہوتے ہیں اور رواداری کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

(۲) دوسری اہم بات یہ ہے کہ شریعت نے کچھ اختیارات ''اولی الامر'' سے متعلق کئے ہیں، جیسے جہاد 'اولی الامر' کے حکم سے ہوگا، قصاص 'اولی الامر' کے حکم سے نافذ کیا جائے گا، حدود 'اولی الامر' کے حکم سے جاری کی جائیں گی، ان اُمور کو لوگ اپنے طور پر انجام نہیں دے سکتے؛ چنانچہ عہد صحابہ میں بھی اور اس کے بعد بھی ہمیشہ یہ اُمور امراء وسلاطین کے واسطہ سے انجام پاتے رہے ہیں، یہاں تک کہ بعض فقہاء نے تو جمعہ وعیدین کے قیام کو بھی 'اذن سلطان' سے متعلق کیا ہے، مسلمانوں کو یہ بات سمجھانے کی ہے کہ عام مسلمان ایسے مسائل کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں، جو 'اولی الامر' کے لئے خاص ہیں، مسلم ممالک میں وہاں کی حکومتیں اولی الامر ہیں اور غیر مسلم ریاستوں میں وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اجتماعی مسائل کے لئے کسی مسلمان کی قیادت پر جمع ہوجائیں اور دارالکفر میں مسلمانوں سے شریعت کے جو احکام متعلق ہیں، ان میں ان کی ہدایت پر عمل کریں؛ چنانچہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے :

> **وأما البلاد التی علیها ولاة کفار ، فیجوز فیها أیضاً إقامة الجمع والاعیاد والقاضی قاض بتراضی المسلمین ویجب علیهم طلب وال مسلم .** (۱)
>
> جن ریاستوں کے اولی الامر کفار ہوں وہاں بھی جمعہ وعیدین کی نمازیں پڑھنا درست ہے، قاضی مسلمانوں کی رضامندی سے فیصلے کرے گا اور تمام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کسی مسلمان حکمراں کی جستجو میں رہیں۔

نیز علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں :

> **وإذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منه کما هی فی بعض بلاد المسلمین غلب علیهم الکفار کقرطبة فی بلاد المغرب الآن وبلنسیة وبلاد الحبشة وأقروا المسلمین عندهم علی مال یوخذ منهم ، یجب علیهم أن یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیاً فیولی قاضیاً ویکون هو الذی یقضی بینهم .** (۲)

---

(۱) فتاویٰ بزازیہ: ۳۱۱/۶۔ (۲) فتح القدیر: ۳۶۵/۶۔

اگر کوئی حکمراں نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا شخص ہو جس کی تقلید کی جا سکے، جیسا کہ بعض مسلم ملکوں میں ہے تو ایسی صورت میں ان پر کفار غالب آجاتے ہیں، مثلاً مغرب میں قرطبہ بلنسیہ اور حبشہ کے ممالک اور وہ مسلمانوں کو اپنی ریاستوں میں رکھنے کے لئے ان سے کچھ معاوضہ لیتے ہیں، ایسی صورت میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے درمیان میں سے ہی کسی ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور اسے قضا کا عہدہ سونپ دیں؛ لہٰذا وہی ان کے درمیان فیصلے کرے۔

اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہے:

لا اسلام إلا بجماعة ، ولا جماعة إلا بامارة ، ولا إمارة إلا بطاعة . (۱)

جماعت کے بغیر اسلام نہیں، امارت کے بغیر جماعت نہیں اور اطاعت کے بغیر امارت نہیں۔

بہت سی دفعہ جب مسلم عوام کسی مرکزی رہنمائی کے بغیر مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں تو اس سے انتشار کی صورت پیدا ہوتی ہے اور فائدہ سے زیادہ نقصان ہو جاتا ہے؛ البتہ امراء مسلمین کا فریضہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو اپنے لئے رہنما بنائیں، عوام کی مشکلات کو اہمیت دیں اور اپنے اندر خدا کا خوف رکھیں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ . (البقرۃ:۱۹۴)

پس جو تم پر زیادتی کرے تم اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی کہ تم پر کی گئی۔

فَقَاتِلُوۡا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰی تَفِیۡٓءَ إِلَی أَمۡرِ اللهِ. (الحجرات:۹)

تو (تم سب) باغی گروہ سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف واپس آجائے۔

اور فقہاء لکھتے ہیں:

من شهر على المسلمين سيفاً وجب قتله . (۲)

جو مسلمانوں پر تلوار سونت لے اس کا قتل واجب ہے۔

لیکن جہاں برسر اقتدار گروہ مسلمان ہو تو گو وہ ظالم ہو یا زور زبردستی کر کے اس نے حکومت پر قبضہ کر لیا ہو، وہ بہر حال مسلمان ہے، اگر ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے سے اُمت کی طاقت ٹوٹتی ہو، انتشار پیدا ہوتا ہو، خون خرابہ کا اندیشہ ہو، تو 'اهون البليتين' کے طور پر صبر وسکوت کا راستہ اختیار کر لینا بہتر ہے، اس کی تائید ان

(۱) مسند الشهاب عن واثلة بن الاسقع، حدیث نمبر:۴۲۹۔ (۲) فتاویٰ ہندیہ:۶/۷۔

احادیث سے ہوتی ہے، جن میں رسول اللہ ﷺ نے فاجر امام کے ساتھ جہاد کرنے اور ان کے پیچھے بھی نماز ادا کر لینے کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

الجهاد واجب عليكم مع كل امير براً كان أو فاجراً ، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر . (۱)

تم پر ہر امیر کے ساتھ خواہ وہ نیک ہو یا فاسق وفاجر جہاد واجب ہے، اسی طرح تم پر ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا واجب ہے، خواہ وہ نیک ہو یا فاسق وفاجر اور خواہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

اسی پس منظر میں صحابہ نے حجاج بن یوسف اور یزید بن معاویہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے اور ان ظالم وجابر حکمرانوں کے زیر قیادت بھی جہاد کیا ہے، اسی لئے قاضی ابوالحسن ماوردی اور بعض اہل علم نے امارت کی ایک شکل، امارتِ قاہرہ کو بھی بتایا ہے، کہ کوئی شخص ظلم وجبر کے ذریعہ اقتدار حاصل کر لے، تب بھی وہ امیر ہو جائے گا اور امیر کے ذریعہ جو اُمور انجام پاتے ہیں، وہ اس کے ذریعہ انجام پائیں گے، اسی ذیل میں فقہاء نے زکوٰۃ کا مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کوئی باغی گروہ کسی علاقہ پر قبضہ کر لے اور اسے زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی :

قوم من الخوارج غلبوا على قوم من أهل العدل واخذوا صدقات السوائم ثم ظهر عليهم الإمام ، لا يحل له أن ياخذ الزكاة ثانيا منهم . (۲)

اگر کچھ خوارج کچھ عادل لوگوں پر غالب آجاتے ہیں اور وہ لوگوں سے جانور کی زکوٰۃ لے لیتے ہیں، پھر ان پر امام غالب آجاتا ہے تو اس کے لئے ان لوگوں سے دوبارہ زکوٰۃ لینا درست نہیں۔

اس لئے ہمیں اُمت کا یہ مزاج بنانا چاہئے کہ جہاں مقابلہ غیر مسلم قابض طاقتوں سے ہو وہاں تو وہ بہ قدر وقدرت وامکان مقابلہ کریں؛ لیکن جہاں مسلمانوں کا گروہ برسر اقتدار ہو وہاں پر امن طریقہ پر اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے نصح ومحبت کے ذریعہ اصلاح کا طریقہ کار اختیار کریں، یہ بزدلی یا فرار نہیں ہے؛ بلکہ 'اھون البلیتین ' کا انتخاب ہے اور یہی ہمارے دین کا مزاج ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ کی ان احادیث سے روشنی پڑتی ہے :

حدثنا زيد بن وهب قال : سمعت عبد الله قال : قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم : إنكم سترون بعدى أثرة وأموراً تنكرونها ، قالوا : فما

---

(۱) ابواداود ، كتاب الجهاد ، حدیث نمبر:۲۵۳۳، دار قطنی ، كتاب العيدين ، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه ، حدیث نمبر:۱۷۴۶۔ (۲) الفتاویٰ التاتارخانیۃ :۲۸۲/۲، نیز دیکھئے: الفتاویٰ الہندیہ :۱۹۰/۱۔

تأمرنا یا رسول الله ؟ قال : أدوا إليهم حقوقهم واسألوا الله حقكم . (۱)

ہم سے زید بن وہب نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ کو کہتے ہوئے سنا ہے انھوں نے کہا کہ ہم لوگوں سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ میرے بعد ترجیحات اور چند ایسے اُمور دیکھو گے جسے تم لوگ ناپسند کرو گے، صحابہ کرام ﷺ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایسی صورت حال میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے حکمرانوں کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اللہ سے اپنا حق مانگنا۔

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : من کره أمیره شیئاً فلیصبر ، فإنه من خرج من السلطان شبراً ، مات میتة جاهلیة . (۲)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے امیر کی جانب سے کوئی ناپسندیدہ امر محسوس کرے تو صبر کرے؛ کیوں کہ کسی نے امیر سے معمولی بغاوت بھی کی تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

عن الزبیر بن عدي قال : أتینا أنس بن مالک ، فشکونا إلیه ما یلقون من الحجاج فقال : أصبروا ، فانه لا یأتی علیهم زمان إلا والذی بعده شر منه حتی تلقون ربکم ، سمعته من نبیکم صلی الله علیه وسلم . (۳)

حضرت زبیر بن عدی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت بن مالکؓ کے پاس آئے اور ان سے حجاج کے رویوں کی شکایت کی تو انھوں نے کہا صبر کرو؛ کیوں کہ اب جو بھی زمانہ آئے گا وہ اپنے سے پہلے والے زمانہ سے زیادہ خراب ہوگا، (یہ سلسلہ چلتا رہے گا) یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو، میں نے یہ بات تمہارے نبی ﷺ سے سنی ہے۔

(۴) یہ بات ممکن نہیں ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک رائے اور ایک فکر بنادیا جائے، ان میں نقطۂ نظر کا اختلاف رہا ہے اور باقی رہے گا؛ کیوں کہ قرآن وحدیث میں بہت سے مضامین ایسے اجمال وابہام کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ ان میں ایک سے زیادہ معنوں کی گنجائش ہے، اسی طرح بہت سے اُمور وہ ہیں جن کی نصوص میں صراحت نہیں ہے اور وہ قیاس واجتہاد پر مبنی ہیں، اجتہاد کا تعلق جہاں نصوص سے ہے، وہیں انسان کی قوت فکر اور تعقل سے بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے عقل وذوق کا اختلاف رکھا ہے، اسی اختلافِ ذوق ونظر سے کائنات کی رنگا رنگی قائم ہے، اس لئے

---

(۱) بخاری، کتاب الفتن، حدیث نمبر: ۷۰۵۲۔ (۲) بخاری، کتاب الفتن، حدیث نمبر: ۷۰۵۳۔

(۳) بخاری، کتاب الفتن، حدیث نمبر: ۷۰۶۸۔

جواُمور اجتہاد پر ہوں گے، ان میں عام طور پر ضرور ہی اختلاف رائے پیدا ہوگا، اس لئے نہ اختلاف رائے کو روکا جاسکتا ہے اور نہ اس سے گھبرانا چاہئے، ایک صاحب علم کے یہ قول: ''**اختلاف العقول ثراء واختلاف القلوب وباء**''۔

سلف صالحین اختلاف رائے کو اسی نظر سے دیکھا کرتے تھے؛ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے اختلاف اُمت کے سلسلہ میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے :

إجماعهم حجة قاطعة ، واختلافهم رحمة واسعة . (۱)

اُمت کے علماء کا اجماع حجت قطعیہ ہے اور ان کا اختلاف وسیع رحمت کا باعث ہے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کا قول مشہور ہے :

ما أحب أن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يختلفوا ؛ لأنهم لو كانوا قولا واحدا كان الناس فى ضيق ، وإنهم أئمة يقتدىٰ بهم ، فلو أخذ رجل بقول أحدهم كان فى سعة . (۲)

میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف نہ ہو؛ کیوں کہ اگر وہ سب ایک ہی قول کو اختیار کریں تو یہ لوگوں کے لئے تنگی و پریشانی کا سبب ہوگا، یہ قابل تقلید ائمہ ہیں، اگر کوئی کسی ایک کے قول کو بھی اختیار کرلیتا ہے تو وہ وسعت میں رہتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی کے ایک ہم عصر عون ابن عبداللہ سے نقل کیا گیا ہے :

ما أحب أن أصحاب محمد لم يختلفوا ، فإنهم لو اجتمعوا على شيئ فتركه رجل ، ترك السنة ، ولو اختلفوا فأخذ رجل بقول أحد أخذ بالسنة . (۳)

میں یہ نہیں چاہتا کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف نہ ہو؛ کیوں کہ اگر یہ حضرات کسی ایک نقطہ پر متفق ہوجائیں اور پھر کوئی شخص اس پر عمل نہ کرے تو وہ ترکِ سنت کا مرتکب ہوگا اور اگر ان کے درمیان اختلاف ہو اور پھر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کے قول پر بھی عمل کرتا ہے تو وہ سنت پر عمل کرنے والا قرار دیا جائے گا۔

اسی لئے فقہاء کا مزاج یہ تھا کہ جن مسائل میں اختلاف رائے کی گنجائش ہوتی، ان میں دوسروں کو اپنی رائے پر مجبور نہیں کرتے، جیسا کہ سفیان ثوریؒ کا قول ہے :

وإذا رأيت الرجل يعمل العمل الذى قد اختلف فيه وأنت ترى غيره فلا تنهه . (۴)

---

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہ:۱۸۰/۳۰۔ (۲) ادب الاختلاف فی مسائل العلم والدین للشیخ عوامه:۳۰۔

(۳) سنن الدارمی ، باب اختلاف الفقهاء:۱۵۱/۱۔ (۴) الفقیه والمتفقه:۳۲۳/۲۔

اگر کسی اختلافی مسئلہ میں تم کسی کو ایسا عمل کرتے ہوئے دیکھو جسے تم درست نہ سمجھتے ہو تو اسے اس عمل کے کرنے سے نہ روکو۔

امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے :

قولنا هذا رأى ، وهو أحسن ما قدرنا عليه ، فمن جاء نا بأحسن من قولنا فهو أولى بالصواب منا . (۱)

ہمارا یہ قول ایک رائے ہے، یہ ہماری کوشش کے مطابق سب سے اچھی رائے ہے، اگر کوئی ہماری رائے اور قول سے اچھی رائے اور قول پیش کرتا ہے تو وہ ہماری رائے اور قول سے زیادہ صحت کا مستحق ہے۔

اسی طرح امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں :

قال الأوزاعى فى الذى يقبل امرأته : إن جاء ليسألنى قلت : يتوضأ ، وإن لم يتوضأ لم أعب عليه . (۲)

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو بوسہ دیا اور پھر میرے پاس اس سے متعلق سوال پوچھنے آتا ہے تو میں اس سے کہوں گا کہ وہ وضو کرلے اور اگر وہ وضو نہیں کرتا ہے تو میں اس پر عیب بھی نہیں لگاؤں گا۔

اختلافِ فکر کے باوجود اہل علم ایک دوسرے سے استفادہ بھی کرتے تھے، مثلاً اہل سنت والجماعت کے نزدیک سب سے مستند مجموعۂ حدیث صحیح بخاری ہے، اس کے مؤلف نے جن حضرات سے روایتیں لی ہیں، ان میں ۸۰ سے زیادہ ان فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں، جن سے اہل سنت والجماعت کا سخت اختلاف تھا، ان میں پندرہ مرجیہ، سات ناصبیہ، چھتیس شیعہ، اُٹھائیس قدریہ اور خوارج اور کچھ دوسرے فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں، علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں تفصیل سے نام بہ نام ان کا ذکر کیا ہے۔ (۳)

علامہ جاراللہ زمخشری سے بڑھ کر قرآن کی بلاغت اور زبان وادب سے آشنا کون ہوگا، سب جانتے ہیں کہ یہ غالی معتزلی تھے اور اہل سنت کے سخت ناقد؛ لیکن اہل سنت کی کتابوں میں ان کا ذکر نہایت احترام کے ساتھ کیا جاتا ہے اور بہت سے لوگ ان کے نام کے ساتھ ان کا لقب، جاراللہ بھی لکھتے ہیں؛ حالاں کہ ان کا یہ لقب کثرت عبادت کی وجہ سے بہ طور مدح کے تھا، اسی طرح امام راغب اصفہانی صاحب مفردات القرآن بھی معتزلی ہیں اور راغب اصفہانی کے بعد آنے والا شاید ہی کوئی اہل سنت کا مفسر ہو، جس نے مفرداتِ قرآن میں ان کی تحقیق سے فائدہ نہ اُٹھایا ہو۔

---

(۱) تاریخ بغداد: ۳۵۲/۱۳۔ (۲) التمہید: ۱۷۲/۲۱، ونحوہ فی ''الاستذکار'': ۳۲۳/۱۔ (۳) دیکھئے: تدریب الراوی: ۲۷۸-۲۸۰۔

اگر اس نقطۂ نظر سے معلومات جمع کی جائیں اور علماء اسلام کے مختلف گروہوں کے ایک دوسرے سے افادہ واستفادہ کے واقعات نقل کئے جائیں تو ایک طویل کتاب ہوسکتی ہے اور یہ واقعی ایک ایسا موضوع ہے جس پر علماء کو کام کرنا چاہئے ؛ لیکن افسوس کہ بڑھتے ہوئے فاصلے اور شدت پسندی کا رجحان ہمیں اس جہت میں سوچنے کا موقع نہیں دیتا۔

(۵) رسول اللہ ﷺ نے پوری اُمت کو جسدِ واحد قرار دیا ہے :

مثل المومنین فی توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد ، إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد . (۱)

باہمی جذبہ رحم، محبت اور مودت میں مومن کی مثال جسم کی طرح ہے کہ اگر جسم کے ایک حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم تڑپ اُٹھتا ہے۔

قبائل اور نسلیں محض انسان کے تشخص کی شناخت کے لئے ہیں، یعنی تعارف کے لئے ہیں، نہ کہ تفاخر کے لئے ؛ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللهِ أَتْقَاكُمْ . (الحجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں اس لئے بانٹ دیا ہے؛ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے معزز وہ ہیں جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔

آپ ﷺ نے صاف ارشاد فرمادیا کہ رنگ ونسل اور علاقہ وزبان کی بنیاد پر ایک شخص کو دوسرے شخص پر فضیلت حاصل نہیں ہے؛ بلکہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے: ''**لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ، ولا لأحمر علی أسود ، ولا لأسود علی أبيض ، إلا بالتقوى ، ان اكرمكم عند الله اتقاكم**''(۲)؛ لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں نے اپنے آپ کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کرلیا ہے، نسلی، لسانی تعصّبات، عرب وعجم کے جھگڑے اور ان جغرافیائی ٹکروں کی بنا پر پیدا ہونے والی تنگ نظری، جن کو خدا کے ہاتھوں نے نہیں کھینچا ہے، خود انسانوں نے بانٹا ہے، اُمتِ مسلمہ کی آفاقیت کو تارتار کردیا ہے اور اس چیز نے اس کو ایسا بے وزن بنادیا ہے کہ وہ دنیا کی مختلف قوموں کے لئے لقمہ تر بن چکی ہیں، ان کا خون پانی سے زیادہ سستا ہے اور ان کی عزت وآبرو کی کوئی قیمت نہیں ہے؟

---

(۱) مسند احمد: ۳۶۹/۴، حدیث نمبر: ۱۸۳۴۰/۳۲، مسلم، کتاب البر والصلة والأدب، باب تراحم المومنین وتعاطفهم وتعاضدهم، حدیث نمبر: ۲۵۸۶۔ (۲) مسند أحمد: ۲۳۸۹،عن رجل من أصحاب النبی ﷺ، وشعب الایمان: ۴۷۷۴، عن جابرؓ۔

اس عصبیت جاہلیہ کا مقابلہ کرنے اور مسلمانوں کو اس سے بچانے میں علماء، مذہبی قائدین اور مسلمان مفکرین نہایت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

(۶) ہمیں مسلمانوں کے درمیان مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان انضمام کے بجائے اشتراک پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اسلام نے تو غیر مسلموں کے ساتھ بھی مشترکہ قدروں پر اتفاق کر کے اشتراک عمل کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ . (آل عمران:۶۴)

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک کلمہ پر جمع ہو جائیں جس میں ہم اور تم برابر ہیں، وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا معبود نہ بنائے، پس اگر وہ اعراض کریں تو (مسلمانو) تم کہہ دو! گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان مشترک کلمہ صرف عقیدۂ توحید ہے اور اس میں بھی اہل کتاب کا عقیدۂ توحید خالص نہیں تھا، بہت سے یہود حضرت عزیر کو ابن اللہ مانتے تھے اور عیسائیوں کی اکثریت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، اس کے باوجود قرآن مجید نے انھیں اشتراکِ عمل کی دعوت دی، مسلمانوں کے مختلف مذاہب اور فرقوں کے درمیان کلمہ مشترک کا دائرہ بہت وسیع ہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت، قرآن کی حقانیت، بنیادی فرائض وواجبات، مستحبات اور محرمات میں یکسانیت، زندگی سے متعلق تقریباً ۸۰ فیصد مسائل میں کسی نہ کسی درجہ میں اتفاق رائے اور کلمہ اور قبلہ کی وحدت یہ تمام باتیں وہ ہیں جو مسلمانوں کو ایک دوسرے جوڑتی ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ہم کلمہ توحید کی بنیاد پر پوری اُمت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کریں اور اسلام کی حفاظت و مدافعت اور اس کے غلبہ وظہور نیز پوری دنیا کے مسلمانوں کی صیانت کے لئے مشترکہ پروگرام بنائیں اور مختلف حلقوں سے اس اُمت میں افتراق پیدا کرنے کی جو کوششیں کی جارہی ہیں، ان سے خود آگاہ رہیں اور عام مسلمانوں کو آگاہ کریں۔

○ ○ ○